تاریخ وسیر

جناب عبدالرشید عراقی

تذکرۃ المحدثین

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق!
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت، اسلام کا ظہور، اس کی تبلیغ، اس راہ کی تکالیف، غزوات، اسلام کا غلبہ واقتدار، حکومتِ الٰہیہ کا قیام۔ اس کا نظام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ، اور آپؐ کی سیرت معلوم کرنے کا ذریعہ صرف حدیث ہے۔ اگر اس کو نظر انداز کر دیا جائے تو اسلام کی بہت سی تعلیمات اور تاریخِ اسلام کے بہت سے گوشے مخفی رہ جائیں گے۔ اس لیے احادیث نبویؐ اسلام اور اسلامی تاریخ کا بڑا قیمتی سرمایہ ہیں۔ اور اس پر اس کی عمارت قائم ہے۔ اسی لیے خود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی روایت واشاعت کا حکم دیا ہے۔ اور مبلّغ حدیث کے لیے دعا فرمائی ہے کہ:

"خدا اس شخص کو سرسبز وشاداب رکھے جس نے ہم سے ایک حدیث سنی، اس کو محفوظ رکھا، اور اس کو دوسروں تک پہنچایا۔ کیونکہ بسا اوقات علم کا حامل اس کو ایسے شخص تک پہنچاتا ہے جو اس سے زیادہ سمجھدار ہوتا ہے اور خود سمجھدار نہیں ہوتا۔"

(ابوداؤد ج ۲، کتاب العلم۔ باب فضل نشر العلم)

آپؐ نے حدیثوں کی کتابت کا حکم بھی دیا تھا۔ جیسا کہ آپؐ نے ابی شاہ یمنی کے لیے حکم دیا تھا کہ اس کو لکھ کر دو۔ اور حجۃ الوداع میں آپؐ نے جو خطبہ دیا تھا۔ جو اسلام کے بہت سے اساسی احکام پر مشتمل ہے۔ اس میں دوسروں تک احکام پہنچانے کا حکم دیا تھا۔

اور آپؐ کا ارشاد "فیبلغ الشاھد الغائب" بھی ہے۔ یعنی جو لوگ اس وقت موجود ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ ان لوگوں تک ان احکام کو پہنچا دیں جو اس وقت موجود نہیں ہیں۔ اسی کا نام روایتِ حدیث ہے۔

اسی لیے عہدِ رسالت سے لے کر بعد کے ہر دور میں حدیثِ نبویؐ کی نقل ہوتی رہی۔ یہ احادیث پوری دُنیا میں بکھری ہوئی تھیں۔ محدثین کرام کا یہ بڑا احسان ہے کہ انہوں نے اس زمانہ میں جب کہ سفر کی سہولتیں اتنی آسان نہ تھیں۔ تعلیم بھی محدود تھی۔ دنیائے اسلام کا چپہ چپہ چھان کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال یعنی حدیث وسنت کو تحقیق وصحت کے پورے اہتمام کے ساتھ جمع ومرتب کیا۔ اُن کے ردّ وقبول اور صحت وسقم کے جانچنے اور رواۃ کی جرح وتعدیل کے اصول بنائے۔ اصول حدیث کا مستقل فن ایجاد کیا۔ ہزاروں راویانِ حدیث کے حالات نہایت صحت وتحقیق کے ساتھ احاطہ تحریر میں لائے۔ جو مسلمانوں کا بڑا قابلِ قدر وفخر کارنامہ ہے۔

اس مقالہ میں اُن مقتدر ہستیوں کا اجمالی تعارف پیش خدمت ہے۔ جنھوں نے تدوینِ حدیث میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔

(۱)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ

ولادت: ۸۰ھ ــــ وفات: ۱۵۰ھ

امام ابوحنیفہؒ کا اسمِ گرامی نعمان بن ثابتؒ ہے۔

۸۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ کوفہ عراق کا ایک مشہور شہر ہے۔ ۱۷ھ میں عہدِ فاروقی میں بحکم امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطابؓ یہ شہر بسایا گیا تھا۔ نظم تعلیم کے لیے حضرت عمرؓ نے مشہور صحابی رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو یہاں بھیجا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عثمانؓ کے آخری دور تک کوفہ میں مقیم رہے۔ اور آپؓ نے اپنے قیام کے دوران ہزاروں آدمیوں کو قرآن و حدیث اور فقہ کی تعلیم دی۔

محدثین کرام نے تصریح کی ہے کہ کوفہ میں چار ہزار علماء اور محدثین پیدا ہوئے۔

حضرت علی بن ابی طالبؓ نے جب مدینہ کی بجائے کوفہ کو اپنا دار سلطنت بنایا۔ اور کوفہ پہنچے تو علمائے کرام اور محدثین عظام کا جم غفیر دیکھ کر پکار اُٹھے:

"خدا ابنِ مسعودؓ کا بھلا کرے کہ انھوں نے اس بستی کو علم سے بھر دیا۔"

امام صاحب ۲۰ سال کی عمر میں تحصیلِ علم کی طرف متوجہ ہوئے۔ سب سے پہلے قرأت، حدیث، ادب وانساب، شعر اور کلام وغیرہ کا علم حاصل کیا۔ اور علمِ کلام میں خاصی شہرت حاصل کی۔ اس کے بعد

آپ نے مشہور عالم حضرت حماد بن ابی سلیمان (م ۱۲۰ھ) سے استفادہ کیا۔ حضرت امام حضرت حمادؒ کی خدمت میں دس سال تک رہے۔

حضرت حمادؒ کے علاوہ آپ نے دوسرے اجلہ علمائے کرام سے بھی استفادہ کیا۔ جیسا کہ خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ ابوجعفر منصور نے ایک دفعہ امام صاحب سے دریافت کیا کہ آپ نے کن صحابہ کا علم حاصل کیا ہے؟

آپ نے فرمایا:

"عمر بن خطابؓ، علی بن ابی طالبؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عباسؓ اور ان کے شاگردوں کا!"

منصور یہ سن کر کہنے لگا "آپ نے تو بہت صحیح اور پختہ علم حاصل کیا۔ یہ ہستیاں بہت مبارک اور مقدس تھیں"

زہد و تقویٰ، فضل و علم میں اپنی مثال آپ تھے۔ ذکاوت اور ذہانت میں ممتاز درجہ کے حامل تھے۔ اور اہلِ علم نے آپ کی ذہانت و فراستِ عقل کو تسلیم کیا ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کی کتاب "رفع الملام عن الائمۃ الاعلام" (اُردو ترجمہ "ائمۂ سلف اور اتباع سنت" از پروفیسر غلام احمد صاحب حریری) کے مقدمہ میں حریری صاحب لکھتے ہیں:

آپ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ھ کو کوفہ میں وفات پائی۔ آپ ان ائمۂ مجتہدین میں سے تھے جو کتاب و سنت اور ان کے مطالب و معانی سے بخوبی آگاہ تھے۔ محمد بن محمود خوارزمی المتوفی ۶۶۵ھ نے مسند ابی حنیفہ مرتب کی ہے۔ یہ مسند ان پندرہ مسانید سے ماخوذ ہے جن کو جید علماء نے مسند امام ابوحنیفہ کے نام سے تالیف کیا تھا۔ خوارزمی نے اس مسند کو فقہی ابواب کی ترتیب کے مطابق مرتب کیا ہے، مگر آپ نے بذاتِ خود کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ عصرِ حاضر کے فقیہ شہیر ابوزہرہ نے حیات ابوحنیفہ میں بعد از تحقیقِ بسیار یہی نتیجہ ظاہر کیا ہے۔ آپ پر حدیث میں قلیل الروایت ہونے کا الزام عائد کیا جاتا ہے۔

محدث الذہبی نے طبقات الحفاظ میں اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ آپ استنباط مسائل میں مشغول رہا کرتے تھے جس طرح امام مالک و شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ سے بھی کم احادیث روایت کی گئی ہیں۔ حالانکہ دونوں عظیم حافظِ حدیث تھے۔ اس کی وجہ بھی

ان کی فقہی مسائل میں مشغولیت ہے۔ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کبارِ صحابہ میں سے تھے۔ مگر ان سے دوسرے صحابہ کی نسبت کم احادیث منقول ہیں۔ اس کی وجہ ان کی سیاسی و انتظامی مصروفیات ہیں۔　　(تذکرۃ الحفاظ للذہبی)

ابن خلدون نے اپنے مقدمۂ تاریخ میں لکھا ہے کہ "تشدد فی الروایۃ" کی بنا پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک صرف سترہ احادیث صحیح ہیں۔

جہاں تک جناب امام کے اندازِ استنباط کا تعلق ہے، اس کے بارے میں وہ خود ارشاد فرماتے ہیں:

"جب مجھے کسی مسئلہ کے بارے میں کتاب اللہ سے کوئی نص مل جاتی ہے تو اس پر اکتفاء کرتا ہوں۔ جب کتاب اللہ کی نص موجود نہ ہو تو حدیثِ رسول اور ان آثارِ صحیحہ پر عمل پیرا ہوتا ہوں جو ثقات میں عموماً رائج ہیں۔ جب کسی مسئلہ کا حل مجھے کتاب و سنت میں نہیں ملتا تو اقوالِ صحابہؓ سے احتجاج کرتا ہوں جس صحابی کا چاہتا ہوں قول لے لیتا ہوں، اور جس کا قول چاہتا ہوں، ترک کر دیتا ہوں۔ مگر صحابہؓ کے مجموعی اقوال سے میں باہر نہیں جاتا۔ جب نوبت ابراہیم نخعی، شعبی، حسن بصری، ابنِ سیرین اور سعید بن المسیب جیسے تابعین تک آتی ہے تو میں اجتہاد کرتا ہوں جیسے انھوں نے اجتہاد کیا تھا۔"

(تاریخ التشریع الاسلامی للخضری، تفسیر مظہری و بیہقی در مدخل بروایت عبداللہ بن مبارک)

مندرجہ صدر بیان اس حقیقت کی آئینہ داری کرتا ہے کہ حدیثِ نبوی کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف کس قدر واضح تھا۔

صاحب روضۃ العلماء مصنف ہدایہ سے روایت کرتے ہیں:

"امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ جب آپ کا کوئی قول قرآن کے مخالف ہو، تو اس کے بارے میں کیا کیا جائے؟ فرمایا، قرآن کے مقابلہ میں میرا قول چھوڑ دو۔ پھر پوچھا گیا، جب حدیثِ نبویؐ آپ کے خلاف ہو؟ فرمایا حدیث کے مقابلہ میں میرا قول ترک کر دو۔ پھر پوچھا گیا جب صحابہ کرام کا قول آپ کے قول کے خلاف ہو؟ جواب دیا کہ میرا قول صحابہ کے آثار کے مقابلہ میں چھوڑ دو۔"

علامہ ابنِ عابدین جو متاخرینِ حنفیہ میں بڑے پایہ کے عالم ہیں، شرح درِ مختار میں فرماتے ہیں:

"جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے اور وہ اپنے امام کے مذہب کے خلاف ہو تو حدیث پر عمل کرنا چاہیے اور وہی اس امام کا مذہب ہوگا۔ اور اس حدیث پر عمل کرنے سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مقلد حنفی ہونے سے نکل نہیں جائے گا، اس لیے کہ امام ابوحنیفہؒ سے ثابت ہو چکا ہے کہ آپ نے فرمایا: جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے، تو وہی میرا مذہب ہے۔" (شامی جلد اول صفحہ مطبوعہ مصر)

شیخ محی الدین ابن عربی فتوحاتِ مکیہ میں اپنی سند سے امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے ہیں:
"آپ اکثر فرمایا کرتے تھے اے لوگو! خدا کے دین میں اپنی رائے سے کچھ کہنے سے بچو، اور اتباع کا دامن تھامے رکھو، اس لیے کہ جو شخص اس سے خارج ہوا، وہ گمراہ ہو گیا۔"
(المیزان الکبریٰ للشعرانی صفحہ ۵)

وفات:

خاندانِ نبوت میں واقعہ کربلا کے بعد متعدد افراد نے انقلاب حکومت کی کوشش کی۔ محمد ذوالنفس الذکیہ نے مدینہ میں، اور ان کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ نے کوفہ میں منصور کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ امام صاحب نے ان کی برملا تائید کی۔ چنانچہ منصور آپ کے خلاف ہو گیا۔ اور اس نے امام صاحب کو سزا دینے کے بہانے آپ کو قضاء کا عہدہ پیش کیا۔ آپ نے انکار کر دیا۔ تو تو اس نے آپ کو جیل بھیج دیا۔ اور جیل ہی میں آپ کو زہر دیا گیا۔ جس سے آپ نے رجب ۱۵۰ھ میں انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ط

بلاشبہ امام ابوحنیفہؒ ان روزگار ہستیوں میں سے تھے، جنھوں نے حریت فکر کی شمعیں روشن کیں۔ وقت اور اقتدار کے تیور سے وہ کبھی بھی مرعوب نہ ہوئے۔ مصیبت اور آزمائش کے نازک ترین مواقع پر بھی ان کے پائے ثبات کو لغزش نہ ہوئی۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ

ولادت: ۹۳ھ ـ ـ ـ ـ وفات: ۱۷۹ھ

امام مالکؒ امت میں دار الہجرۃ کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ تھی، اور والد کا نام انس تھا۔ ۹۳ھ میں پیدا ہوئے۔

ہوش سنبھالا۔ تو اپنے آپ کو علم کی آغوش میں پایا۔ مدینہ منورہ جو آپ کی جائے پیدائش ہے علماء اور فضلاء کا مخزن تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد سینکڑوں صحابہ کرامؓ دُور دراز مقامات پر چلے گئے تھے۔ مگر پھر بھی اکابر صحابہ کرام جو علوم شریعت کے امین اور قرآن وسنت کے خزینہ دار تھے۔ اس مقدس شہر میں سکونت پذیر تھے۔

مدینہ منورہ، عہدِ نبویؐ اور اُس کے بعد بھی ۲۴-۲۵ برس تک پوری حکومتِ اسلامیہ کا مرکز رہا۔ یہیں سے احکام وفتاویٰ فقہائے صحابہ کی مجلس میں طے ہو کر تمام دنیائے اسلام میں پھیلتے تھے۔

شیوخ واساتذہ :

امام مالکؒ کے اساتذہ وشیوخ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اور آپؒ کے تمام اساتذہ وشیوخ صدق وطہارت اور حفظ وفقہ میں ممتاز تھے۔

امام نوویؒ (م ۶۷۶ھ) کہتے ہیں کہ:

"امام مالکؒ کے شیوخ واساتذہ کی تعداد نو سو ہے"

(تہذیب الاسماء ج ۲ ص ۷۸)

تاہم امام مالکؒ نے سب سے زیادہ استفادہ نافع مولیٰ ابن عمرؓ سے کیا۔ نافع حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں کامل ۳۰ سال رہے۔ اور ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔ نافع کے علاوہ آپ نے محمد بن شہاب زہری، جعفر صادق بن محمد، محمد بن یحییٰ انصاری اور ابو حازم یحییٰ بن سعید سے بھی استفادہ کیا۔

تکمیل تعلیم کے بعد :

قرآن وحدیث، فقہ، ادب، لغت، تاریخ اور اسماء الرجال میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد درس حدیث کو تبلیغ اسلام کا ذریعہ بنایا۔

فنِ حدیث میں امام صاحب کے خاص شیخ حضرت ابن عمرؓ کے غلام حضرت نافع تھے۔ حضرت ابنِ عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد، ۶۰ سال تک حدیث، فقہ، فتویٰ وارشاد کے مرکز رہے حضرت نافع کامل ۳۰ سال تک سفر وحضر اور خلوت وجلوت میں ہمیشہ حضرت ابنِ عمرؓ کے ساتھ رہے۔ اور ان کے بعد اُن کی مجلسِ درس میں ان کے جانشین ہوئے۔ امام مالکؒ ۱۲ سال تک حضرت نافعؒ کے درس میں رہے۔

حضرت نافع کی وفات کے بعد امام مالک اُن کے جانشین ہوتے۔ امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ

جلد ۱۔ صفحہ ۸۸ میں امام شعبہ، جو کوفہ کے راس المحدثین تھے، کا ایک قول نقل کیا ہے کہ میں جب نافع کی وفات کے بعد ایک سال بعد مدینہ آیا۔ تو دیکھا کہ مالکؒ حلقہ کے صدر نشین ہیں۔

مجلس درس کی شہرت:

ایک تو مدینہ خود اسلام کا گہوارہ اور نسلاً بعد نسلٍ علمِ دین کا مرکز تھا۔ حضرت امام مالکؒ کا خاندان ابتدا سے علم کے ساتھ ایک خاص نسبت رکھتا تھا۔ ان اضافی اوصاف کے ساتھ ذاتی جوہر نے وہ بال و پر نکالے۔ کہ پوری دنیائے اسلام مشرق سے مغرب تک امام صاحب کے آوازہ شہرت سے معمور ہوگئی۔

ایک طرف سیستان، دوسری صدی کی مملکتِ اسلام کا مشرقی گوشہ اور دوسری طرف قرطبہ، دنیائے اسلام کا مغربی گوشہ، دونوں کے ڈانڈے مدینۃ الرسول میں آکر مل گئے۔ ممالک عرب، ممالک شام، ممالک عراق، ممالک عجم، ممالک ترکستان، ممالک مصر، ممالک افریقہ، ممالک اندلس، وایشیائے کوچک۔ الغرض ایشیا افریقہ اور یورپ تینوں برِاعظم سے طالبانِ علم کے قافلے مسلسل مدینہ کا رُخ کرنے لگے۔ اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ پیشن گوئی پوری ہوئی:

"عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوشك ان یضرب الناس اکباد الابل فلا یجدون احدا اعلم من عالم المدینۃ۔" (ترمذی۔ ابواب العلم) (باب ماجاء فی عالم المدینۃ)	"حضرت ابوہریرۃؓ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب وہ زمانہ آئے گا۔ جب لوگ علم کے لیے اونٹ دوڑائیں گے۔ لیکن مدینہ کے عالم سے زیادہ بڑا عالم وہ کسی کو نہ پائیں گے۔"

تلامذہ و مستفیدین:

امام مالکؒ کے تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

"آپ سے خلقِ کثیر نے استفادہ کیا۔" (البدایہ و نہایۃ ج ۱۰ ص ۱۷۴)

امام ذہبی لکھتے ہیں:

"امام صاحب سے اتنے لوگوں نے روایت کی ہے جن کا شمار ناممکن ہے۔"

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۸۷)

فقہ مالکؒ :

امام مالکؒ کے فقہ و فتاویٰ کی بنیاد فقہ مدینہ پر ہے۔

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں :

"امام مالکؒ بنائے فقہ بر حدیث آنحضرتؐ نہادہ است کہ مسند باشد یا مرسل ثقاۃ بعد ازاں قضایائے حضرت عمرؓ بعد ازاں برفتویٰ ابن عمرؓ عمل او بعد ازاں بر فتاویٰ سائر صحابہ و فقہائے مدینہ کہ سعید بن مسیب وغیرہ، ابن زبیر قاسم و سالم و سلیمان بن یسار و ابو سلمہ و ابو بکر بن عبدالرحمٰن و ابو بکر بن عمرؓ و عمر بن عبدالعزیزؒ"

(مقدمہ شرح مؤطا، ص ۱۱)

دوسری جگہ امام ولی اللہ دہلوی یوں لکھتے ہیں :

"جو شخص کہ ان مذاہب (یعنی ائمہ اربعہ کے مذاہب) کے اصول پر اطلاع رکھتا ہے۔ اس بارے میں شک نہیں کرے گا۔ کہ ان مذاہب کی اصل حضرت عمر فاروقؓ رضی اللہ عنہ کے اجتماعی مسائل ہیں۔ اور یہ تمام مذاہب کے درمیان مشترک سی چیز ہے۔ اس کے بعد اہل مدینہ سے فقہاء صحابہ جیسے کہ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ اور کبار تابعین مدینہ میں سے فقہاء سبعہ اور صغار تابعین مدینہ میں سے زہری اور ان جیسے حضرات پر اعتماد مالکؒ کے مذہب کی بنیاد ہے کہ جس سے اُن کے مذہب کی ایک خاص صورت پیدا ہو گئی" (قرۃ العینین۔ ص ۱۷۱)

فقہائے سبعہ حسب ذیل حضرات ہیں :

(۱) سعید بن مسیب (م ۹۴ھ)۔ (۲) عبیداللہ بن عقبہ بن مسعود (م ۹۸ھ) (۳) عروہ (م ۹۴ھ)
(۴) قاسم بن محمد بن ابی بکر (م ۱۰۶ھ)۔ (۵) ابو بکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام (م ۹۴ھ)۔
(۶) سلیمان بن یسار (م ۱۰۷ھ)۔ (۷) خارجہ بن زید (م ۱۰۹ھ)۔

یہ حضرات اپنے زمانہ میں مدینہ منورہ میں علم فقہ و حدیث کا مرجع تھے۔ ان کا متفقہ فیصلہ مدینہ کی عدالت کا حکم فقہی تسلیم ہوتا تھا۔ امام مالکؒ کی فقہ و فتاویٰ کی بنیاد اسی فقہ مدینہ پر ہے۔

وفات :

۱۱۔ ربیع الاوّل ۱۷۹ھ میں ۸۶ برس کی عمر میں انتقال کیا۔ جنت البقیع میں دفن ہوئے ۱۱۷ھ میں مسندِ درس پر قدم رکھا۔ ۶۲ سال تک علمِ دین کی خدمت سرانجام دی۔

تصنیفات :

امام صاحبؒ کی بہت سی تصنیفات کا ذکر کیا گیا ہے۔ مگر یہاں صرف آپ کی ایک کتاب موطا (جو ان کی سب سے اہم کتاب ہے) کا مختصر تعارف پیشِ خدمت ہے۔

زمانہ تالیف :

ظاہر ہے کہ موطا کی تالیف کا مقام مدینہ منورہ ہے۔ اس لیے کہ امام مالکؒ کی تمام زندگی مدینہ منورہ ہی میں گزری۔ موطا کی تالیف کا صحیح تعین معلوم نہیں۔ لیکن قرینِ قیاس یہی ہے۔ کہ موطا ۱۳۰ھ اور ۱۴۱ھ کے درمیان تالیف ہوئی۔

وجہ تسمیہ :

صاحب قاموس نے لکھا ہے:

"مؤطا کے لغوی معنی روندا ہوا، تیار کیا ہوا، نرم اور سہل بنایا ہوا۔ ہیں"۔

امام ابو حاتم رازیؒ فرماتے ہیں کہ :

"موطا اس کا اس لیے نام رکھا گیا کہ امام مالکؒ نے اس کو مرتب کرکے لوگوں کیلئے سہل و آسان بنا دیا ہے"۔

پروفیسر غلام حریری "ائمہ سلف اور اتباعِ سنت" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں :

"مؤطا امام مالکؒ حدیث کی اوّلین کتاب ہے جو آج تک ہر جگہ معروف و متداول ہے یہ احادیثِ نبویہ اور اقوالِ صحابہ و تابعین کی جامع ہے۔ جلال الدین سیوطی نے اپنی شرح مؤطا کے مقدمہ میں امام مالک رحمۃ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے یہ کتاب مدینہ منورہ کے ستر علماء کو دکھائی، سب نے میری تائید کی، اس لیے میں نے اس کا نام "المؤطا" رکھا۔ آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے والہانہ شیفتگی تھی۔ عمر بھر مدینہ منورہ میں کبھی سوار نہ ہوئے، محض اس لیے کہ اس سرزمین میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدفون ہیں"۔

(تہذیب الاسماء ج ۲، ص ۷۵، مفتاح السنہ ص ۴۳)

موضوع :

موطا کا موضوع صرف احکام فقہیہ ہیں۔ اس لیے وہ سینکڑوں ابواب و فصول جو بخاری و مسلم اور ترمذی وغیرہ میں نظر آتے ہیں۔ موطا ان سے خالی ہے۔ کیونکہ فقہیات سے ان کو کوئی

تعلق نہیں ہے۔ اس لیے محدثین کی اصطلاح ہیں۔ اس کو کتاب السنن کہنا چاہیے۔

تعداد مرویات:

ابتدار موطا میں دس ہزار احادیث تھیں۔ لیکن امام کے خامۂ صحت پسند نے تقریباً ۸ ہزار احادیث قلم زد کردیں۔ باقی ۱۷۲۰ ہیں۔ جن میں مسند و مرفوع ۶۰۰ مرسل ۲۲۵ موقوف ۶۱۳۔ تابعین کے اقوال و فتاویٰ ۲۸۵ بلاغات مالکؒ ۵۷ ہیں۔"

(مقدمہ شرح موطا از امام شاہ ولی اللہ دہلوی ص ۶)

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ

ولادت: ۱۵۰ھ ـــــ وفات: ۲۰۴ھ

محمد نام، کنیت ابو عبداللہ، لقب ناصر السنۃ ہے۔ والد کا نام ادریس ہے۔ اور شافعی آپ کے جد اعلیٰ شافع کی طرف نسبت ہے۔ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ۲ سال کے تھے کہ آپ کے والدین مکہ معظمہ آگئے۔ ابتدائی زمانہ بہت تنگدستی میں گزرا۔ اور تعلیم کا آغاز بھی آپ کا مکہ معظمہ سے ہوا۔ ۱۳ سال کی عمر تک آپ کا قیام مکہ ہی میں رہا۔ اس کے بعد مدینہ منورہ امام مالکؒ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ اور اس وقت آپ موطا امام مالکؒ زبانی یاد کر چکے تھے۔ جب درس میں آپ نے موطا کی زبانی قراۃ شروع کی تو امام مالکؒ کو بہت تعجب ہوا۔ اور فرمایا:

> "تمہارے قلب میں ایک نور ہے۔ معاصی سے اسے ضائع نہ کرنا۔ تم تقویٰ کو اپنا شعار بنانا۔ ایک دن آئے گا۔ کہ تم بڑے شخص ہوگے۔"

(وفیات الاعیان)

امام شافعیؒ امام مالکؒ کی خدمت میں صرف ۸ ماہ رہے۔ اس کے بعد آپ واپس مکہ آگئے اور وہاں کے شیوخ بالخصوص محدث شہیر سفیان بن عیینہ سے استفادہ کرتے رہے۔

دَور ابتلاء:

تحصیلِ علم کے بعد آپ کو فکرِ معاش دامنگیر ہوئی۔ اتفاقاً والیٔ یمن مکہ معظمہ آیا۔ اُن سے بعض عمائدین نے سفارش کر کے آپ کو نجران کا عامل بنا دیا گیا۔ والیٔ یمن بہت سفاک و ظالم تھا۔ امام صاحب نے اُس کے ظلم و زیادتی کے خلاف احتجاج کیا۔ تو اُس نے اس کو اپنی توہین اور بے عزتی

خیال کیا۔ چنانچہ اس نے ہارون الرشید کو ایک غلط رپورٹ دے کہ امام صاحب کے خلاف اکسایا ہارون الرشید نے حکم دیا کہ امام شافعی کو گرفتار کر کے دربارِ خلافت بھیجا جائے۔ چنانچہ امام شافعی پابزنجیر خلیفہ ہارون الرشید کے سامنے پیش ہوئے۔ تو وہاں قاضی امام محمد بھی موجود تھے۔ تو اُن کی سفارش پر امام شافعی کی رہائی ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر ۳۴ سال کی تھی۔

امام محمد کے حلقہ درس میں شرکت :

ہارون الرشید کی تلوار سے نجات پاکر امام محمد کے حلقہ درس میں شامل ہوگئے۔ امام محمد فقہ عراق کے حامل وناشر تھے۔ یہیں سے امام شافعی کی زندگی نے پلٹا کھایا۔ اور ازسرِنو تعلیم میں مشغول ہوئے۔

پروفیسر ابوزہرہ مصری نے حیات امام شافعی میں حافظ ابنِ حجر عسقلانی کا یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ امام شافعی نے امام محمد سے فقہ عراق کو بکمال حاصل کیا۔ اور آپ کی خدمت میں ۳ سال سے زائد عرصہ تک رہے۔ بالآخر فقہ کے بانی ومؤسس قرار پائے۔

رحلت علمی :

بغداد سے امام شافعی مکہ معظمہ واپس آئے۔ اور حرم میں بیٹھ کر درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اسی زمانے میں امام احمد بن حنبل اُن سے ملے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ امام شافعی فقہ جدید کے بانی کی حیثیت سے نمایاں ہورہے تھے۔ اس مرتبہ تقریباً ۹ سال مکہ معظمہ میں قیام رہا۔ اس نو سالہ قیام میں آپ نے اجتہاد واستنباط کے جو اصول تلاش کئے۔ اور جو ضوابط تیار کیے تھے۔ ضروری تھا کہ وہ جمہور فقہاء کے سامنے پیش کریں۔ عراق اس وقت اہل الرائے اور اہلِ حدیث کا مرکز تھا۔ اس لیے جب دوسری مرتبہ بغداد آئے۔ تو طالبان فقہ وحدیث ان کے گرد جمع ہوگئے یہیں آپ نے اپنی مشہور کتاب "الرسالہ" تصنیف کی۔

امام شافعی وعلم حدیث :

امام شافعیؒ نے اپنے دور کے تمام مراکز سے استفادہ کیا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب علمِ حدیث کی تدوین ہوچکی تھی۔ فقہ حنفی وفقہ مالکی ان احادیث وآثار کی روشنی میں مدون ومکمل ہوچکی تھی جن پر صحابہ وتابعین کا تعامل تھا۔ اب تک عام طور پر مصنفین اپنی کتابوں میں احادیث مرفوعہ کے ساتھ صحابہ وتابعین کے اقوال بھی درج کرتے تھے۔ مگر امام شافعیؒ کے دور میں یہ طریقہ بدل گیا۔

فقہ میں آپ کا طریق یہ تھا کہ آپ صحیح احادیث کو لیتے اور ضعیف کو ترک کر دیتے تھے کسی اور مذہب میں فقہ کی تعمیر اس معیار پر نہیں کی گئی۔ عبادات کے مسائل میں آپ احتیاط کا پہلو اختیار

فرمایا کرتے تھے۔ (ترجمان السنۃ۔ ج ۱۔ ص ۲۴۵)

پروفیسر غلام احمد حریری اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"امام شافعی رحمہ اللہ اپنے عصر و عہد میں کتاب و سنّت کے سب سے بڑے عالم تھے، حدیثِ نبویؐ آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ آپ ہمیشہ اس بات سے منع کرتے تھے کہ کتاب و سنت کو ترک کر کے لوگوں کے افکار و آراء کو معمول بنایا جائے۔"

محدث البُویطی فرماتے ہیں:

"مَیں نے امام شافعی رحمہ اللہ کو یہ فرماتے سنا کہ اصحاب الحدیث کا دامن مت چھوڑو، اس لیے کہ وہ سب سے زیادہ درست بات کہنے والے ہیں۔"

(تاریخ حدیث و محدثین ص۱۰۸)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ عقد الجید میں فرماتے ہیں:

"امام شافعی علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تمھارے پاس میرے قول کے خلاف کوئی صحیح حدیث پہنچ جائے، تو اس کی پیروی کرو۔ اور خوب جان لو کہ وہی میرا مذہب ہے۔ یہ بات صحت کو پہنچی ہوئی ہے کہ امام شافعیؒ فرماتے تھے: جب تمھیں میرے مذہب کا کوئی مسئلہ پہنچے اور حدیث اس کی مخالف ہو تو جان لو کہ میرا مذہب حدیث کے مطابق ہے۔"

اس ضمن میں امام شافعی رحمہ اللہ کے یہ اشعار مشہور ہیں:

کل العلوم سوی القراٰن مشغلۃ
الّا الحدیث والّا الفقہ فی الدّین

العلم ما کان فیہ قال حدثنا
وما سوی ذالک وسواس الشّیٰطین

(قراٰنِ کریم، حدیثِ نبویؐ اور فہمِ دین کے سوا تمام علوم صرف وقت کٹی کا سامان ہیں، اصلی علم تو وہی ہے جس میں "قال حدثنا" ہو۔ اس کے سوا جو کچھ بھی ہے، اس کی حیثیت شیطانی وسوسوں سے زیادہ نہیں)۔

امام شافعی علیہ الرحمۃ کو حدیثِ نبوی کے ساتھ جو لگاؤ تھا اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آپ خبرِ واحد کو بھی دین میں حجت سمجھتے ہیں۔ اسی بنا پر اہل بغداد آپ کو "ناصر السنۃ"

کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔ امام شافعیؒ اولین شخص تھے جس نے اصولِ فقہ پر کتاب لکھی اور اصولِ حدیث کی طرح ڈالی۔ قوانینِ روایت پر کتاب تحریر کی اور محدثین کرام کیلئے علوم حدیث کی تالیف و تدوین کی راہ ہموار کی۔ جو شخص امام شافعیؒ کی کتاب "الرسالۃ" میں حدیث و محدثین سے متعلق ان کی تصریحات پڑھتا ہے۔ پھر متأخرین مثلاً ابن الصلاح و دیگر علماء کی کاوشوں کا جائزہ لیتا ہے، تو وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہوتا ہے کہ ان فنون میں امام شافعی سب کے استاد اور پیش رو ہیں۔"

(البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۲۵۱۔ تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۴۴۔ تاریخ التشریع الاسلامی للخضری ص ۲)

تصنیفات:

آپ کی تصنیفات بہت زیادہ تھیں۔ مولانا نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے ابجد العلوم میں ملا علی قاری کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ کی تصنیفات کی تعداد ۱۱۳ ہے۔ جن میں "الرسالہ، کتاب الام اور مسند شافعی زیادہ مشہور ہیں۔

مسند شافعی میں تکرار کے ساتھ ۱۱۹۰ روایات ہیں، اور مکررات کو حذف کر کے ان کی تعداد ۸۲۰ حدیث مسند و مرفوع اور ۱۲۰ مرسل، منقطع و مفصل روایات ہیں۔

(حاشیہ تدریب الراوی)

وفات:

۱۹۹ھ میں آپ بغداد سے مصر پہنچے۔ یہاں آپ نے ۲۰۴ھ میں ۵۴ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ

ولادت: ۱۶۴ھ ـــــ وفات: ۲۴۱ھ

نام احمد بن محمد بن حنبل، کنیت ابو عبداللہ، شیخ الاسلام اور امام السنۃ القاب ہیں۔

۱۶۴ھ میں بغداد میں ولادت ہوئی۔

۴ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا، ۷ سال کی عمر میں حدیث پڑھنا شروع کی۔ اور ۱۵-۱۶ سال تک بغداد میں تحصیل علم کرتے رہے۔

رحلتِ سفر:

بغداد کے بعد آپ نے تحصیلِ علم کے لیے کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ، شام اور جزیرہ کا سفر اختیار کیا۔ (تاریخ بغداد، ج ۴۔ ص ۴۱۲)

اساتذہ و شیوخ:

امام احمد نے جب آنکھیں کھولیں۔ تو بغداد علماء و خلفاء کا مرکز اور دینی علوم کا گہوارہ بنا ہوا تھا آپ نے وقت کے اساطین اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔

آپ کے اساتذہ میں مشہور محدث حافظ ہشیم سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید القطان، وکیع بن الجراح، امام شافعی، امام ابو یوسف، اور عبدالرحمٰن بن مہدی جیسے متبحر علماء اور محدث شامل ہیں۔

تلامذہ:

امام احمد کے جس طرح اساتذہ و شیوخ اپنے وقت کے متبحر عالم اور اساطین فن تھے، اسی طرح آپ سے جن لوگوں نے اکتسابِ فیض کیا۔ وہ بھی اپنے وقت کے متبحر عالم تھے۔ یحییٰ بن معین، آپ کے صاحبزادگان امام صالح، امام عبداللہ، امام بخاری، امام مسلم اور امام ابو داؤد آپ کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے۔

مجلسِ درس:

تکمیل تعلیم کے بعد ۲۰۴ھ میں حدیث کا درس دینا شروع کیا۔ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ عمر کے چالیسویں سال، جو سنِ نبوت ہے، علومِ نبوت کی اشاعت شروع کی۔

(احمد بن حنبل ابو زہرہ۔ ص ۴۴)

زہد و تقویٰ:

امام صاحب کی زندگی زہد و توکل میں یکتائے روزگار تھی۔ اور ان کے معاصرین، اساتذہ اور تلامذہ نے ان کے زہد و تقویٰ کے متعلق شہادت دی ہے، مثلاً امام شافعیؒ جن کا شمار آپ کے اساتذہ میں ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں:

"بغداد کو جب میں نے چھوڑا۔ تو وہاں امام احمد سے زیادہ صاحب علم و فضل اور متدین و متورع کوئی شخص نہیں تھا۔"

امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ:

"میں نے ان سے بہتر آدمی نہیں دیکھا۔ ان کی توصیف و تعریف میں مبالغہ بُرا نہیں۔"

امام علی بن مدینی فرماتے ہیں کہ:

"امام احمد ہمارے اور اللہ کے درمیان حجت نہیں۔"

امام سفیان بن وکیع فرماتے ہیں کہ:

"امام احمد کی عیب جوئی کرنے والا فاسق و فاجر ہے۔"

عدالت وثقاہت:

ان کی عدالت وثقاہت پر ائمہ فن کا اتفاق ہے۔

امام احمد ابتلاء وامتحان میں:

عباسی خلفاء کے دور میں عجمی روح کی کارفرمائی اور یونانی منطق وفلسفہ کے اثرات نے عربوں کے سادہ مذاق طبیعت کو بدل دیا۔ اور وہ سادہ اور سہل دین حنیف پر عقیدہ رکھنے کے بجائے لایعنی موشگافیوں اور فلسفہ وکلام کے غیر ضروری مباحث میں اُلجھ کر مختلف گروہوں میں بٹ گئے۔ ان میں فرقہ معتزلہ زیادہ مشہور اور ممتاز رہے۔ اُس نے دین کی حفاظت وخدمت کا کام بھی انجام دیا۔ لیکن اس کی بدولت مذہب میں نئے نئے اور بے بنیاد مسائل بھی پیدا ہو گئے۔ اس لیے محدثین، جن کا مقصدِ زندگی احیائے سنت اور ردّ بدعت تھا۔ معتزلہ کے عقائد وافکار کے خلاف صف آرا ہو گئے۔ معتزلہ کے اِن مسائل میں خلقِ قرآن کا مسئلہ بھی تھا۔

ہارون الرشید کے زمانہ تک اس کے ماننے والے بہت کم لوگ تھے۔ اور جو تھے۔ وہ بہت کم اپنے عقیدہ کا اعلان کرتے تھے۔ اور ہارون الرشید ایسے لوگوں کے بہت خلاف تھا۔ بشر مریسی جو اس عقیدہ کا قائل اور اُس کا روحِ رواں تھا۔ خلیفہ نے اس کے بارے میں کہا تھا۔ کہ اگر یہ شخص مجھے مِل گیا۔ تو میں اس کو بے دردی سے قتل کر ڈالوں گا۔

ہارون الرشید کے بعد مامون الرشید خلیفہ ہُوا۔ مامون الرشید بڑا علم پرور، ادب نواز اور علماء وشعراء کا قدردان تھا۔ بدقسمتی سے یہ اس عقیدہ کا قائل ہو گیا۔ اور اُس نے اُس کی سرپرستی شروع کر دی۔ اور ایک وقت آیا کہ اُس نے بزورِ شمشیر لوگوں سے خلقِ قرآن کا اقرار کرانا چاہا۔ اس کا مقابلہ کرنے کے لیے محدثین وفقہاء کی ایک جماعت، جس کے سربراہ امام احمد بن حنبل تھے، آگے بڑھی۔ حکومت کی طرف سے سختی کی گئی۔ بڑے بڑے علمائے کرام حکومت کی

سختی برداشت نہ کرسکے۔ اور خلقِ قرآن کے قائل ہوگئے۔ مگر امام احمدؒ کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ اور آتی بھی کیسے۔ جبکہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بشارت آپ کو امام شافعیؒ کے ذریعہ پہنچ چکی تھی۔ امام شافعی نے امام احمد بن حنبل کو ایک خط کے ذریعہ اطلاع دی کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے امام شافعی سے فرمایا "امام احمد کو میرا سلام کہہ دو"۔ اور فرمایا "اُن سے کہہ دو:

"عنقریب خلقِ قرآن کے مسئلہ میں تمھارا امتحان ہونے والا ہے۔ تم ان لوگوں کی بات تسلیم نہ کرنا۔ ہم تمھارا جھنڈا قیامت تک کے لیے بلند کر دیں گے"

امام صاحب اس امتحان میں پورے اترے۔ اور آپ کی استقامت اور بے نظیر ثابت قدمی سے یہ مسئلہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا۔ اور امتِ اسلامیہ ایک بہت بڑے دینی خطرے سے محفوظ ہوگئی۔

امام علی بن مدینی جو امام بخاری کے استاد ہیں۔ جنھوں نے اس فتنہ کی عالم آشوبی دیکھی تھی فرماتے ہیں کہ:

"اِنَّ اللّٰہ اعزّ ھٰذا الدّین برجلین لیس لھما ثالث ابو بکر الصّدّیق واحمد بن حنبل"	"اللہ تعالیٰ نے اس دین کے غلبہ وحفاظت کا کام دو شخصوں سے لیا۔ جن کا تیسرا ہمسر نظر نہیں آتا۔ ارتداد کے موقع پر حضرت ابو بکر صدیقؓ اور فتنہ خلقِ قرآن کے سلسلہ میں امام احمد بن حنبلؒ۔"
(تاریخ بغداد ج ۴ ص ۴۱۸)	

تصنیفات:

آپ کی تصانیف بہت ہیں۔ یہاں صرف آپ کی مشہور تصنیف مسند کا مختصر تعارف پیشِ خدمت ہے:

مسند احمد:

امام احمد ۱۶ سال کی عمر میں علمِ حدیث کی تحصیل میں مشغول ہوئے۔ اسی زمانہ سے جمع روایات کی ابتدار کردی تھی۔ گویا ۱۸۰ھ سے تصنیف کا آغاز کیا اور آخر زندگی تک اس میں مشغول رہے۔ اس کتاب میں ۴۰ ہزار احادیث ہیں۔ اور ۷۰۰ صحابہ کی روایات ہیں۔ اور احادیث کا اتنا بڑا مجموعہ اور کوئی نہیں۔ اس کتاب کی ترتیب عام کتابوں سے مختلف ہے۔ کسی حدیث کا تلاش

کرنا بہت مشکل ہے۔ علامہ احمد محمد شاکر نے اس کو اب ایڈٹ کیا ہے۔ جس سے حدیث تلاش کرنے میں کچھ سہولت ہو گئی ہے۔

مسند احمد مصر سے شائع ہو چکی ہے۔

پروفیسر غلام احمد حریری "ائمۂ سلف اور اتباعِ سنّت" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"امام مالکؒ و شافعیؒ کے بعد احادیثِ نبویہ کا عام چرچا ہوا۔ حتیٰ کہ امام احمدؒ کا زمانہ آیا تو آپ کے پاس اتنا ذخیرۂ احادیث جمع ہو گیا کہ کسی کے پاس نہ ہوا تھا۔ آپ نے صرف احادیث کو پیشِ نظر رکھا۔ خالص احادیث و آثار کا اتباع کرنے کی وجہ سے آپ کا مسلک الگ شمار ہونے لگا۔"

چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"بلادِ اسلامیہ میں احادیث و آثار کی تدوین اور اشاعت ہونے لگی، حتیٰ کہ راویوں میں سے کوئی کم ایسا ہوا ہو گا جس نے کوئی تصنیف یا صحیفہ یا رسالہ نہ لکھا ہو۔"

(حجۃ اللہ البالغہ مصری جلد اول ص۱۴۴)

امام احمدؒ کا مسلک یہ تھا کہ حدیثِ نبویؐ کی موجودگی میں کسی کا قول حجت نہیں۔ شیخ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں:

"امام احمدؒ فرمایا کرتے تھے: اللہ و رسول کے مقابلے میں کسی کی بات حجت نہیں، نہ میری پیروی کیجئے، نہ امام مالکؒ کی نہ اوزاعی کی اور نہ نخعی کی۔ اور وہاں سے احکام اخذ کیجئے، جہاں سے انھوں نے لیے ہیں، یعنی کتاب و سنّت سے۔"

(الیواقیت والجواہر للشعرانی)

وفات:

۱۲ ربیع الاول ۲۴۱ھ میں امامِ سنّت نے بغداد میں انتقال کیا۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر ۷۷ سال تھی۔

☆ ☆ ☆